



فیضِ مجددِ افغانی
کی پانچ صدیاں

پروفیسر قاری مشتاق احمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں
اور
نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ

فیض مجاز الفائق
کی چار صدیاں

پروفیسر قاری مشتاق احمد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

- نام کتاب : فیض مجدد الف ثانی کی چار صدیاں
افادات : پروفیسر قاری مشتاق احمد
باہتمام : محمد آصف علی جلالی
پہلا ایڈیشن : مئی 2012ء
تعداد : 1100
صفحات : 80

ملنے کا پتہ

سر ادا مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور، 0321-9407699

انتساب

سیادت پناہ عارف بن عارف نور دیدہ غوثیت سلالہ دودمان

چراغیہ مخدوم گرامی قدر پیر طریقت

صاحبزادہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

پیر آف مٹاڑہ شریف

سابق وزیر اوقاف و مذہبی امور پنجاب حال وزیر سجادہ

آستانہ عالیہ چراغیہ والٹن شریف لاہور کے نام

(پروفیسر قاری مشتاق احمد)

برصغیر پاک و ہند میں چورہ شریف (ضلع انک) نقشبندی مجددی سلسلہ طریقت کا عظیم مرکز ہے قطب العصر عارف کامل اعلیٰ حضرت بابا فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اقامت دین، اشاعت اسلام اور سلسلہ عالیہ کی ترویج میں ایک اہم کردار کیا ان کے عظیم خلفاء میں عارف کامل پیر طریقت مخدوم حافظ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (راولپنڈی) اور شیخ الاسلام شہباز طریقت اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاٹمانی علی پوری اور اعلیٰ حضرت محدث یگانہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مشن کو چار چاند لگا دئے اور ہدایت کے انوار سے مخلوق خدا کی عظیم راہنمائی کی مردہ قلوب کو ذکر الہی کی برکات سے زندہ و تابندہ کیا ان میں سے ہر ایک کی مساعی جمیلہ کے تذکرہ کے لئے ایک عظیم کتاب درکار ہے اور اس حوالے سے کام بھی ہوا ہے جو ان کی عظمتوں کا نقیب ہے۔ قطب الوقت اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی صاحب لاٹمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (علی پور سیداں) کے نامور خلفاء میں ایک بڑا نام قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے آپ پہلے مڑاڑہ تحصیل ظفر وال میں مدتوں فیوض و برکات تقسیم فرماتے رہے پھر لاہور میں اقامت پذیر ہوئے اور اس عظیم مشن کو جاری رکھا آپ کے خلفاء میں دو اہم نام شیخ الحدیث والتفسیر پیر طریقت سید شاہسوار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (گوجرہ) اور عاشق قرآن عارف کامل حضرت مخدوم صاحبزادہ حافظ محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں راقم الحروف سید شاہسوار علی شاہ صاحب سے بیعت ہے اور اجازت بیعت کی سعادت حافظ سید محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سے حاصل ہے حافظ جی سرکار کی معیت میں ایک زمانہ گزرا اور انکی نوازشات سے بڑی

برکتیں پائیں پیر طریقت صاحبزادہ سید سعید الحسن شاہ صاحب اعلیٰ حضرت

پیر سید چراغ علی شاہ صاحب کے پوتے اور حافظ ارشاد حسین صاحب کے فرزند ولید

ہیں آپ بچپن ہی سے اپنے جد امجد کے محبوب ہیں اور قبلہ عالم کی آپ پر خصوصی توجہ ہے

گویا آپ اپنے جد امجد اور حافظ جی سرکار کے فیضان کرم کا مظہر ہیں آپ جامع منقول

و معقول عالم ربانی ہیں عربی ادب میں ماسٹر کیا ہوا ہے آپ جید علماء کی صحبت میں رہے

ہیں وسعت نظر، معاملہ فہمی اور قائدانہ صلاحیتیں آپ کی شخصیت کا خاصہ ہے اخلاق

کریمانہ کے مالک ہیں اور انکی ذات مرجع خلائق ہے راقم الحروف کی آپ سے قلبی محبت

ہے اور میرے ساتھ ان کا کرم بہت زیادہ ہے ابھی عالم شباب میں تھے عرس قبلہ عالم کے

موقع پر میں حافظ جی سرکار کے ساتھ روضہ مطہرہ کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے

صاحبزادہ سید الحسن شاہ کی بات شروع کی تو میں نے عرض کیا میرے حضور قبلہ عالم نے

وہ عظیم درخت لگایا ہے کہ ایک زمانہ ان کے ظل عاطفت میں فیض پائے گا اللہ آپ کو دنیا

بھی برکت دیگا اور آخرت میں بھی اور آپ کا عظیم فیض جاری ہوگا حافظ جی سرکار

مسکرائے اور فرمایا اچھا جی میں نے کہا جی ہاں تو فرمایا اللہ آپ کی دعا قبول

فرمائے۔ حضور قبلہ عالم سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری اولاد

صالحین کی جماعت ہے اور طریقت و شریعت سے مزین ہیں لیکن سید سعید الحسن شاہ

صاحب اس گلستان کا دمکتا گلاب جن کی خوشبو نے پیرخانہ کو مہکا دیا ہے آپ کو اللہ نے

نیاوی امور میں بہت برکتوں سے نوازا ہے آپ اپنے آبائی حلقہ سے ایم پی اے منتخب ہوئے اور اس کے ساتھ ہی آپ کو صوبائی وزارت اوقاف اور مذہبی امور کا وزیر بنایا گیا اپنے آبائی حلقہ اور محکمہ مذکورہ میں شاندار خدمات کا مظاہرہ کیا کہ اب تک لوگ طب اللسان ہیں حضور قبلہ عالم کی مسجد (چراغیہ والٹن) کو از سر نو تعمیر کروایا اور شاندار وسعت دی اور ارشاد طریقت حافظ جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارکہ تعمیر کرایا جو اپنی عظمت و زیبائی کا منہ بولتا ثبوت ہے حافظ جی سرکار کے سالانہ عرس کو ایک خاص آہنگ دیا ہے اور یہ تقریب ہمہ جہت برکتوں اور فیضان کا ذریعہ بن گئی ہے۔ یہ سب آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے عرس کی رونقیں ہر سال ترقی پذیر ہیں۔

اپنے والد بزرگوار سے جو عاشق قرآن تھے ان سے ایک خاص حصہ پایا ہے بہترین قاری اور خوش الحان ہیں ان کی تلاوت سوز سے بھرپور ہے اور سامعین پر اس کے اثرات و واردات دیدنی ہوتے ہیں اس کے علاوہ نعت خوانی میں بھی کمال حاصل ہے بڑی اچھی علمی و روحانی تقریر فرماتے ہیں مزاج میں فروتنی ہے انداز کریمانہ ہے مسکراہٹ ان کی عادت ہے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ صاحب مزاج مجھ پر بہت مہربان ہیں ہدایت و راہنمائی دلپذیر ہے اور شریعت و طریقت کی تلقین کا رنگ گہری چھاپ رکھتا ہے پیر خانے میں ان کی موجودگی بہار کی غماز ہے آپ کا حلقہ ارادت دن بدن وسعت پذیر ہے ہر انگریزی مہینہ کی چار تاریخ کو قبلہ عالم کی مسجد میں باقاعدہ دعوت ارشاد جاری ہے اور آپ کی سرپرستی میں اسکی برکت دن بدن ترقی پر ہے میں ارادہ رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ پر ایک مختصر کتاب لکھوں لیکن عارضہ قلب حائل ہے اور اگر موقع ملا تو ضرور ایسا

کروں گا اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور آپ کا سایہ مریدوں پر تادیر جاری رہے اللہ کریم نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے ہمہ وقت اسم ذات کے ذاکر ہیں اور جیسا کہ قول ہے مجتہد کا بیٹا آدھا مجتہد ہوتا ہے آپ بھی اپنے جد امجد اور والد بزرگوار کی طرح تصرف کی نعمت سے مالا مال ہیں اور آج کل ان پر درویشی کا رنگ گہرا ہو رہا ہے پاک باطن اور متقی ہیں علماء کیساتھ اپنے بزرگوں کی طرح ان سلوک قابل تقلید ہے علم دوست ہیں یہی وجہ ہے کہ میں اپنی کتاب ”شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ“ کا انتساب صاحبزادہ سید سعید الحسن شاہ کے نام کرتا ہوں مگر قبول افتدز ہے عز و شرف اللہ کریم سے آپ کی سلامتی احوال، درازی عمر اور صحت و تندرستی کے لئے دعا گو ہوں امین بجاہ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین،

گدائے آستانہ عالیہ چراغیہ

(پروفیسر قاری مشتاق احمد)

۳۸ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں

اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ

مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد

علمائے طریقت اور مشائخ تصوف کے عظیم سرداروں میں ایک انتہائی اہم اور

مقبول نام اور عمق پرستی شخصیت عارف کامل شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے

جو بیک وقت ایک جید عالم، مفسر قرآن، شارح، نامور صاحب التصانیف اور معروف

مقبولان بارگاہ رب العزت سے تھے۔ آپ سرزمین ہسپانیہ کے مشہور شہر اندلس کے باسی

تھے ان کے والد بزرگوار شیخ علی بن محمد عربی رحمۃ اللہ علیہ خوشحال اور متمول شخص تھے

مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے

حضور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا ہم نے تجھے اپنی صلب سے ایک

فرزند بخشا اس کا نام محی الدین رکھنا کہ مقبول بارگاہ اور قطب وقت ہوگا۔ آپ کی ولادت

غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی کرامت ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں

پیدا ہوئے اور ۶۳۸ھ میں وصال فرمایا آپ نے جو یادگار تصانیف چھوڑی ہیں وہ سب

عربی زبان میں لکھی گئیں۔ ان پر فیوضات غوث الثقلین کی گہری چھاپ ہے اور اسلوب

میں گہرا تہج اور روانثر کے ساتھ پر مغز اشعار کی رعنائی ہے۔ بیان میں زور اور استدلال

میں قوت ہے جو ژرف نگاہی اور عمیق نظری کا ثبوت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میری رائے

کیسی ہے مگر شیخ سلسلہ قادریہ ہی کی ایک عظیم کڑی ہیں اور طریقت و تصوف کے حوالے سے ان کی ایک مجتہدانہ شان ہے۔ متاخرین مشائخ کبار علی الخصوص سلاسل عالیہ قادریہ سہروردیہ اور چشتیہ کے بزرگوں میں ان کی مقبولیت اس کی روشن دلیل ہے بلکہ ان کے اکابر شیخ کی کتابوں کے مطالعہ کی نصیحت فرماتے تھے اور ان کی مقتدر خانقاہوں میں کتب شامل نصاب رہیں۔

شیخ اکبر کی کتابوں میں (۱) فتوحات مکیہ (۲) فصوص الحکم (۳) مواقع النجوم (۴) نقش الفصوص نے بہت شہرت پائی ان کے علاوہ اور بھی تصانیف یا مخطوطات تذکرہ ملتا ہے مگر غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے دستیاب نہیں۔ ان چہار مذکورہ کتب سے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو بہت مقبولیت رہی اور ہے۔ مواقع النجوم اور نقش الفصوص دونوں کتابوں کا بنیادی اور مجموعی موضوع بھی تصوف ہی ہے اور یہ کتب مصر اور دیگر ممالک میں طبع ہوئیں۔ شرحیں لکھیں گئیں جن میں سے نقش الفصوص کی معروف عربی ”شرح نقش الفصوص“ ہے جو ملا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے لیکن جو شہرت و مقبولیت فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو حاصل ہوئی وہ انہی دونوں کتابوں کا امتیازی نشان ہے، فتوحات مکیہ اولین تصنیف ہے اور ضخیم کتاب ہے جس میں تصوف کے جملہ مباحث پر مفصل اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ تفصیل کے حوالے سے اسے فصوص الحکم پر ترجیح حاصل ہے جبکہ فصوص الحکم ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کو ”فص“ کہا گیا ہے جس کی ابتدا آدم علیہ السلام کے ذکر سے ہوئی ہے۔ دونوں کتابوں کا موضوع تصوف اور اس سے متعلق مباحث ہیں۔ شیخ اکبر کا اسلوب سمجھنا آسان نہیں اور ان کتب سے وہی

ستفادہ کر سکتا ہے جو عالم باعمل ہو علوم شریعت اور اصول طریقت پر گہری نظر رکھتا ہو ان دنوں کتابوں میں جس نظریہ کا مجموعی رنگ غالب اور چھاپ گہری ہے وہ ”وحدت وجود“ ہے اور اس سے متعلق تصریحات و تشریحات ہیں جن کا مطالعہ کرتے وقت شیخ کبر کبھی عارف کے رنگ میں اور کبھی عالم کے آہنگ میں، کبھی فلسفی موشگافیوں کے لباس میں اور کبھی ایک عظیم صاحب کشف کی صورت میں نظر آتے ہیں اور ان کی عمق پر شخصیت استدلال کی قوت سے غالب دکھائی دیتی ہے اور قارئین مغلوبیت کے دائرے میں گہرے نظر آتے ہیں اور اثر آفرینی کا سحر نمایاں ہے۔ جس نے مقبولانِ بارگاہ، عارفانِ کامل، جید علماء و صلحاء کو ان کا فریفتہ بنا رکھا ہے اور ان کی اکثریت اس نظریہ وحدت وجود کی نہ صرف ارادت مندی سے قائل اور گھائل ہے بلکہ اس کی مبلغ ہے جن میں شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں، اولین نارج ہونے کا شرف و امتیاز حاصل ہے۔

مجھے مکتوباتِ مجددِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کرنا ہے تو اس لئے میں نے ان کے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کیا ہے جہاں تک مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کی کل تعداد ۵۳۶ ہے اور یہ سب فارسی زبان میں لکھے گئے اور یہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں۔ دفترِ اولِ خواجہ یار محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ، دفترِ دومِ خواجہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اور دفترِ سومِ میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا، حضرت مجددِ رحمۃ اللہ علیہ جو ایک عظیم عالمِ ربّانی، بلند پایا عارف، نقی اکمل، پابندِ شرع، شیخِ کامل اور عہد ساز شخصیت تھے جنہوں نے برصغیرِ پاک و ہند ہی

میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا اور ان کے عہد کے لوگوں نے انہیں امام ربانی، قیوم زمانی اور مجدد الف ثانی تسلیم کیا۔ انہوں نے ان مکتوبات میں خالص اسلامی تصوف کی حقیقت و ماہیت، اس کے رموز و معارف، فوائد و ثمرات پر جامع گفتگو فرمائی ہے اور فقر و سلوک سے متعلق ہر قسم کے شکوک و شبہات کا نہ صرف موثر اور مدلل ازالہ کیا ہے بلکہ غلط و صحیح، باطل و حق میں واضح امتیاز کر دیا ہے جو اسیران ضلالت، گرفتاران اوہام و تشکیک اور مفردان راہ شریعت کے لیے نکتہ شفاء اور منشور ہدایت ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ”نظریہ وحدت الشہود“ کی مضبوط و مبسوط دلائل کے ساتھ ترجمانی کی ہے اور ”نظریہ وحدت الشہود“ کے نہ صرف آپ داعی ہیں بلکہ یہ نظریہ آپ کی عبقری شخصیت کا ایک تعارفی اور امتیازی نشان بن گیا ہے۔

مکتوبات میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے کسی جگہ شیخ کا نام لے کر ان کا قول نقل کیا گیا ہے اور کسی جگہ صاحب فصوص کہہ کر ان کی تحریر پر تبصرہ کیا ہے اور یونہی فتوحات مکیہ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دونوں کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں جن مکتوبات میں شیخ کا نام لیا ہے یا انکی کتب کا ذکر کیا ہے یا ان کی تحریر و قول پر تبصرہ یا محاکمہ ہے وہ مکتوبات درج ذیل ہیں:

(i)۔ دفتر اول

حصہ اول: مکتوب نمبر ۱۱، ۳۱

حصہ دوم: مکتوب نمبر ۴۳، ۱۰۰

حصہ سوم: مکتوب ۱۰۱، ۲۰۰، ۲۲۰

حصہ چہارم: مکتوبات نمبر ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۵۶، ۲۶۱، ۲۶۶

حصہ پنجم: مکتوبات نمبر ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۹۰، ۳۱۰

(ii) دفتر دوم:

حصہ اول: مکتوبات نمبر ۱، ۲۴

حصہ دوم: مکتوبات نمبر ۵۸، ۹۲

(iii) دفتر سوم: (حصہ اول)

حصہ ہشتم: مکتوبات نمبر ۵۸، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۵

ایضاً (حصہ دوم)

مکتوبات نمبر ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۱۰۰، ۱۱۳، ۱۲۲

ان مکتوبات میں سے بعض بہت مفصل ہیں جیسے دفتر دوم سے مکتوب اول اور دفتر سوم سے مکتوب نمبر ۷۲ اور مکتوب نمبر ۱۰۰۔ ان کے علاوہ کثیر مکتوبات بالخصوص دفتر سوم کے مکتوب میں وحدت الوجود کے حوالے سے متعلق بہت سے امور پر دقیق مباحث ہیں ان مکتوبات میں توحید و جودی کے قائلین کو مخاطب کر کے اپنے موقف کی صراحت کی گئی ہے اور جہاں کوتاہ بنی کا انکشاف ہوا ہے یا کشف میں خطا پر حمل ہوا ہے اُسے دلائل سے واضح کیا گیا ہے اور معتدل اور موثر اصلاح کی گئی ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نظریہ وحدت الشہود کے زبردست داعی ہیں اور اس کی برتری اور حقانیت پر دلائل قاہرہ سے گفتگو فرماتے ہیں۔ لاریب وہ خود بھی ایک عظیم عارف اور سلامتی کشف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ

وہ ابتداءً نظریہ وحدت الوجود کے خود بھی قائل تھے اور اس سے متاثر بھی تھے:
شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:

مخدوم و مکرم!

کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید و جودی والوں کے
مشرب جیسا تھا فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی
مشرب پر تھے اور باطن کی پوری نگہداشت کے باوصف جو بے
کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق
مشغول رہے، فقیر کا بیٹا بھی آدھا فقیر کے مقولہ کے مطابق
فقیر بھی اس مشرب سے از روئے علم حظ وافر اور لذت ذوق
عظیم رکھتا تھا“ ۱

لیکن اس لذت و ذوق عظیم اور حظ وافر کے باوجود ان کے مکاشفات میں ترقی
اور صحت و سلامتی کیسے ہوئی اس کا ذکر بھی فرماتے ہیں:

اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ، حقائق و معارف
آگاہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولیٰ اور
قبلہ خواجہ محمد الباقی باللہ قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ کی خدمت میں
پہنچا دیا آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس

فقیر کے احوال پر بلیغ توجہ فرمائی اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد جلد ہی توحید و جود کی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہو گیا اور اس مقام سے متعلق علوم و معارف بکثرت ظاہر فرمائے گئے اور اس مرتبہ کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ (باریکی یا سر) کم ہی ہوگا جو منکشف نہ فرمایا گیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق معرفت مکمل طور پر ظاہر اور واضح فرمائے گئے اور تجلی ذاتی جسے صاحب فصوص (فصوص الحکم) نے بیان فرمایا اور اسی کو عروج کی نہایت قرار دیا ہے اور تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:

وَمَا بَعْدَ هَذَا إِلَّا الْعَدَمُ الْمَخْضُ اور اس کے بعد صرف عدم مخض ہے مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا گیا اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ ابن عربی نے خاتم الولاية کے ساتھ مخصوص جانا وہ بالتفصیل معلوم ہوئے اور غلبہ حال اور وقتی سکر اس توحید و جود میں اس حد تک پہنچ گیا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض خطوط ہیں یہ دو شعر جو سراسر سکر ہیں تحریر کر ڈالے:

اے دریغا کیس شریعت ملت اعمائی است

کفر و ایمان زلف و روی آن پری زیبائی است

ملت ما کافرئ وملت ترسائی است

کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

”ہائے افسوس یہ شریعت نہ دیکھنے والوں کی شریعت ہے کفر و ایمان اس خوبصورت پری کی زلفیں اور شکل ہے، ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے ایمان اور کفر دونوں ہمارے راستے میں یکساں ہیں“

یہ حال مدت دراز تک رہا اچانک حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت بے نہایت پردہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے حجاب کو مرفع کر دیا (اثہادیا) پہلے جو علوم اتحاد و وحدت کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے اور احاطہ اور قلب مومن میں ذات حق کا سما جانا اور قرب و معیت ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے غائب ہو گئے اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم سبحانہ تعالیٰ کے لئے عالم کے ساتھ مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں ذات حق کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے جیسا کہ اہل حق شکر اللہ ستمیم کے نزدیک قرار پا چکا (یعنی اللہ اپنے علم و قدرت سے ہر شی کو محیط ہے) اور حق سبحانہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے

اللہ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و ذی کیف کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا، ممتنع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی، انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال اور ایک کو دوسرے پر محمول کرنا بالکل ممتنع ہے

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ دبستان طریقت کے آفتاب ماہتاب ہیں گو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے حوالے سے شیخ اکبر کے ناقد بن اور ان کے مقابل نظریہ وحدت الشہود کے پرزور مبلغ ہیں لیکن وہ حضرت شیخ اکبر کے لم و فضل کے معترف ہیں ان کے مکاشفات پر تنقید کے ساتھ بعض امور میں تعریف و ثویب بھی فرماتے ہیں لیکن ان کے عارف کامل اور مقبول بارگاہ رب العزت ہونے کے برعکس قائل ہیں اور ان کا باہمی اختلاف مجتہدین شریعت کا سا ہے اپنے پیروکاروں واجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں جو خاصاً مفصل ہے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

”عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مقبولوں میں نظر آتا ہے اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق

کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں شاید خطا کشفی کے باعث اسے معذور رکھا گیا ہے اور خطا اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولان بارگاہ رب العزت سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا پر محمول کرتا ہے اور مضر دیکھتا ہے اس گروہ میں بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب (درست) جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور یہ راہ اعتدال سے دور ہے شیخ جو مقبول اولیاء میں سے ہیں خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کیے جائیں فالحق هو التوسط الذی وفقنی اللہ سبحانہ بمنہ و کرمہ پس حق یہی درمیانی راستہ ہے جس کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے ہاں مسئلہ وحدت الوجود میں اس گروہ میں سے ایک جم غفیر شیخ کے ساتھ

شریک ہے اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں طرز خاص رکھتا ہے لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر حق کے مخالف ہے لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے“۔

قاضی اسماعیل فرید آبادی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت ”ہمہ اوست“ (وحدت الوجود) اگرچہ قدمائے صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسراہم میں متعارف نہیں رہی ہے لیکن کلمات انا الحق اور سبحانی اور لیس فی جبتی سوا اللہ اور ان جیسے کلمات بھی بہت تھے کہ ان عبارات کا اور اس کا حاصل ایک ہے مثل مشہور ہے کہ ”جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا سونیزہ“ متاخرین صوفیہ میں یہ عبارت عام رائج ہے اور بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں..... عجیب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیہ میں سے اکثر اس توحید آمیز عبارت کا معنی حلول و اتحاد سمجھتے ہیں اور ان عبارات کے قائلین کو کافر و گمراہ کہتے ہیں..... شاید کہ یہ مسئلہ توحید متقدمین صوفیہ میں اچھی طرح مخلص ہو کر تحریر نہ ہوا تھا جو ابھی ان سے مغلوب الحال ہو جاتا تو توحید نما کلمہ اس سے ظاہر

ہو جاتا اور غلبہ سکر کی وجہ سے اس کے راز کو نہ پاتا اور ان عبارات کے ظاہر کو حلول و اتحاد کے شبہ سے نہ پھیرتا۔

پھر جب شیخ بزرگوار محی الدین ابن عربی قدس سرہ تک نوبت پہنچی تو انہوں نے کمال معرفت سے اس دقیق مسئلہ کی تشریح کی اور واضح کیا اس میں باب اور فصلیں قائم کیں اور صرف و نحو کی طرح اس کو مدون کیا اور اس کے باوجود اس جماعت میں سے بعض نے اس کی مراد نہ سمجھی اور غلطیاں پکڑنے، طعن و ملامت کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ اور اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہے اور اس پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں۔ شیخ کے علم کی بزرگی اور زیادتی کو اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنا چاہیے نہ کہ اس پر رد اور طعن زنی کرنا چاہیے۔

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کے نام لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ عالم عین واحد میں اعراض مُجْتَمِعَةٌ کا نام ہے یعنی صاحب اعراض کا قیام ایک ذات سے ہے لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے

اس جگہ دونکات میں فرو گذاشت کی ہے ایک یہ کہ کامل ترین عارف کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا

اور دوسرا یہ کہ قیام ذات احد سے رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اگرچہ اسماء و صفات کا قیام ذات سے ہوتا ہے کیونکہ حضرت ذات کو عالم سے ذاتی بے نیازی حاصل ہے عالم کا قیام اس بلند مرتبہ سے کیونکر ہو سکتا ہے اور عالم کی کیا حقیقت ہے کہ اس بلند درجہ کے ساتھ قیام کی ہوس کرے“

اسی مکتوب میں رقم طراز ہیں:

کیا کیا جائے کہ اس میدان میں شیخ محی الدین قدس سرہ سے کبھی شدید اصولی اختلاف اور کبھی صلح اور موافقت ہے کیونکہ وہی ہے جس نے معرفت اور عرفان کی باتوں کی بنیاد رکھی اور ان کو شرح و بسط دیا اور وہی ہے جس نے توحید و اتحاد کے متعلق تفصیل سے بات کی ہے اور تکثر و تعدد کا منشا بیان کیا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کو کلی طور پر خدا تعالیٰ کے لئے مقرر کہا ہے اور عالم کو موہوم و متخیل بتایا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کے لیے تنزلات ثابت کیے ہیں اور ہر ایک کے احکام کو الگ کیا ہے اور وہی ہے جس نے عالم کو عین حق سمجھا ہے اور ہمہ اوست کہا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے مرتبہ کو عالم سے علیحدہ پایا ہے اور اپنی تحقیق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مؤثرہ اور مبرا

جانا ہے۔ وہ مشائخ جوشیخ سے پہلے گزرے اگر اس حوالے سے انہوں نے کوئی بات کی تو شرح و تفصیل میں پڑنے کی بجائے اشارات سے کہی اور جوشیخ کے بعد اس گروہ میں وارد ہیں تو ان میں سے اکثر شیخ کے مقلد اور اس کی مصطلحات سے موافق بات کرتے رہے۔ ہم عاجز لوگوں نے بھی اس بزرگوار (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) کی برکات سے بہت سے استفاضے کیے ہیں اور اس کے علوم و معارف سے بہت کچھ اخذ کیا ہے اللہ تعالیٰ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے اچھی جزا دے“

مذکورہ مکاتیب سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو علم طریقت، مصطلحات تصوف، تحقیقات و اشارات میں گروہ صوفیا میں نہ صرف ممتاز جانتے ہیں بلکہ اس فن کا بانی سمجھتے ہیں ان سے استفادہ کا برملا اعتراف کرتے ہیں ان کی مقبولیت بارگاہ اور عظمت عرفان کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ معتقد بھی ہیں۔ اب رہا وہ نزاع اور اختلاف جو دونوں بزرگوں کے درمیان ہے وہ عبارات حال کی تشریحات پر ہے مکاشفات کی تعبیرات میں ہے کہ کونسی بات راہ صواب سے دور ہے یا شیخ پر مقامات حال کا غلو محبت اور وقت سُکر میں مرتبہ ترقی پر ٹھہر جانے کی ہے اور اس سے بلند تر مقام سے نارسائی ہے اور اس مرتبہ پر جو کچھ شیخ نے کہا یا جو تحقیق بیان کی وہ

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۷

شریعت سے کس طرح متصادم ہے اور مکشوفات کے اظہار میں جو خطا اجتہادی واقع ہوئی ہے اس کی مدلل اور شریعت کے مطابق اصلاح اور تصویب ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے فوق کل ذی علم علیم ”ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عالم ہیں عارف ہیں صاحب کشف ہیں بلند مرتبہ صاحب حال مقبول بارگاہ ہیں لیکن جس طرح حضرت الامام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مجتہد عظیم اور فقہ کے بانی مہبانی ہیں اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی عظیم مجتہد اور فقیہ ہیں ان دونوں بزرگوں کی فکر و سوچ، تحقیق و دریافت کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے اور ان کی نتئیں اخلاص و لٹہیت سے معمور ہیں لیکن اختلاف کئی امور میں واضح اور روشن ہے دونوں حق پر ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ مجتہد اگر اپنی تحقیق و فیصلہ میں حق و صواب پر ہے اس کے لیے دو ہر اجر و ثواب ہے اور جس کی تحقیق، فیصلہ حق و صواب سے ترجیحاً دور ہے اس کے لیے اکہر اجر ہے جب کہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے ایک کو مجتہد مصیب جبکہ دوسرے کو مجتہد مخطی کہا جاتا ہے۔ دونوں بزرگوں کا اختلاف انکی عظمت و بزرگی اور شان امامت اور اطاعت حق کے ہرگز مخالف نہیں اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و داود و سلیمان اذ یحکم فی الحرث اذ نشت فیہ

غنم القوم و کنا لحکمہم شہدین • ففہمنا سلیمان

و کلا اتینا حکما و علما

”اور یاد کرو داود اور سلیمان کو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگ کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔“

ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت کو کھا گئیں جبکہ بکریوں کا چرواہا ساتھ نہ تھا یہ مقدمہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا آپ نے تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں کہ کھیتی کا نقصان اور بکریوں کی قیمت برابر تھی حضرت سلیمان علیہ السلام جو اس وقت گیارہ برس کے تھے اس قضیہ کے بارے میں کہا کہ فریقین کے لئے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے تو آپ نے حضرت والد کے لزوم پر تجویز کیا کہ بکریوں والا کھیتی کاشت کرے اور جب تک کھیتی پرانی حالت پر پہنچے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ سے نفع اٹھائے اور جب کھیتی پرانی حالت پر پہنچے اس وقت کھیتی والا بکریاں واپس کر کے کھیتی لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تجویز بہت پسند فرمائی اگرچہ اس معاملے میں دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کی مطابق تھے مگر ہماری شریعت میں چرواہے کی عدم موجودگی میں اگر ایسا ہوا تو ضمان نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں اس قضیہ میں دونوں فیصلہ کرنے والے نبی اور معصوم ہیں لیکن فیصلہ کی برتری حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ہے جبکہ دونوں بزرگوں کی عظمت و شان پر کوئی اثر نہیں اور یہاں فقہ منہا کا لفظ قابل غور ہے اللہ نے فہم کو خود سے منسوب کیا ہے جس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ فہم کی برتری فضیلت اور انعام خصوصی ہے اور یہ فضل و

انعام جب انبیاء میں ایک دوسرے پر برتری اور فضیلت کو ثابت کرتا ہے تو اہل عرفان اور اصحاب کشف میں ایسا کیوں ممکن نہیں جبکہ یہاں کوئی بھی معصوم نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگ خطرات سے بلند حفاظت الہی میں ہیں لیکن فہم و رسائی اور عروج مقامات اور حقائق مشکوفات میں ایک دوسرے پر فضیلت ایک عطیہ ربانی خصوصی فضل الہی ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ فضل و شرف ہر کسی کے لیے نہیں مگر اخص الخواص کیلئے ہے تو مجھے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لاریب عظیم المرتبت ہیں لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور وہ خطا و صواب میں خوب امتیاز رکھتے ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب و سنت پر بہت گہری نظر ہے اور وہ شریعت کی پیروی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں ان کی شریعت طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے اور یہی حقیقت ہے۔ وہ عقائد اہل سنت و جماعت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے اور اگر کوئی بات طریقت کے حوالے سے عقائد اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے کے خلاف دیکھتے ہیں یا شریعت کے مسلمہ عقائد سے متصادم دیکھتے ہیں تو اس کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور جو غلط ہے اس کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرتے ہیں اور کبھی جب رگ فاروقی جوش میں آجاتی ہے تو ان اقوال یا کتب کی جن میں ایسی کوئی قابل گرفت بات ہوتی ہے بھر پور تردید کرتے ہیں اور کتاب و سنت کی پیروی کی عظمت و فضیلت اور اس کی حجیت و اکملیت کی پر زور دعوت دیتے ہیں اور اس کی اطاعت و پیروی کو نجات جانتے ہیں اور اس کے مخالف امور کو ہلاکت سے تعبیر کرتے ہیں اور جاہل پیروں اور خام صوفیہ

کے اقوال اور ان کی خلاف شرع عبارات کے ابطال میں حملہ شریعت اور احقاقِ حق کا جلال نمایاں نظر آتا ہے جو ان کے عرفانِ عظیم اور حق و ثواب تک فکری رسائی کا ترجمان ہے؛ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھتے ہیں:

”ان بزرگوں نے احوال و مواجید کو احکام شرع کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے اخروٹ اور انگوروں کے بدلے نہیں لیتے اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے نہ مغرور ہوتے ہیں نہ فتنہ میں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابل میں نصوصِ احکام کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحاتِ مکہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائیدار ہے وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے ان بزرگوں کو دائمی طور پر نصیب ہے وہ حضور جو وقتی ہو کر باقی نہ رہے ان کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے“ ۱۔

ملا حسن کشمیری کے نام تحریر فرمایا:

”آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے

۱۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۱۳۱۔

کی تاب نہیں رکھتا میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہ کی فرصت نہیں دیتی چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی (ابن عربی) محمد عربی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی اور صدر الدین قونوی یا عبدالرزاق کاشی کا۔ کلام۔ ہمیں نص سے کام ہے فص کے ساتھ نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

غ عبد الجلیل تھا عیسوی کے نام لکھا:

”وجد و حال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ کیفیات سوائے خرابی کے کچھ نہیں بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے غلبہ حال میں اور سکر کے وقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور ہیں امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنا پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں

فتوحات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۱۰۰

جسے خطا کی صورت میں اکبر اٹھواں ملتا ہے حق علماء اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ کی جانب ہے کیونکہ علماء کے علوم سنن نبویہ سے ماخوذ ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے اور صوفیہ کے ان معارف (متنازعہ) کا مقصد کشف والہام ہے جس میں خطا کی گنجائش ہے کشف والہام کی صحت و درستگی کی علماء اہل سنت کے علوم کے ساتھ مکمل مطابقت ہے اگر کشف والہام میں بال برابر بھی مخالفت ہے تو درستی و ثواب سے خارج ہے یہی صحیح علم اور صریح حق ہے اس کے سوا ضلالت و گمراہی ہے“

ملا ایوب محتسب کی جانب رقمطراز ہیں:

”مشائخ نقشبندیہ نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہیں احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح اخروٹ اور کشمش کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی خواہش نہیں کرتے اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ ان کا حال باقی اور وقت دائمی ہے“

۱۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب: ۱۱۲ ۱۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب: ۲۲۳

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پیرزادوں خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

حضرت امام ہمام ضیاء الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ”ملتقط“ میں مذکور ہے صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں صرف یہی کافی نہیں کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیں یہاں تو امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد (رحمہم اللہ اجمعین) کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔“

شیخ نظام تھانیسری کے نام تحریر فرمایا:

”علوم لدنیہ کی درستی و صحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موافقت رکھتے ہوں اس سے بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے کہا ہے اس کا ما سوا یا تراخاد و زندقہ ہے یا پھر

سکر وقت اور غلبہ حال ہے“

مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھتے ہیں:

”احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب و سنت ہے اور مجتہدین کا قیاس اور اجماع امت بھی احکام کا مثبت (ثابت کرنے والا) ہے ان چاروں دلائل شرعیہ کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت (ثابت کرنے والی) نہیں ہو سکتی الہام حلت و حرمت کا مثبت نہیں اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں اور کشف و الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شبلی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید، عمر، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں برابر ہیں۔“

ملا حاجی محمد لاہوری کے نام لکھا:

شریعت کے تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص جب تک تینوں جزو نہ

پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا جو تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے وہ بھی متحقق ہوگی ”و رضوان من اللہ اکبر“ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے اس لیے شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی کفیل و ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کے راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے ان تمام سے گذر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں اس لیے وہم و خیال کے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں“۔

خان خانان کے نام لکھتے ہیں:

”مختصر یہ کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے
اقوال میں بھی افعال میں بھی اور احوال فرع میں بھی کیونکہ
نجات پانے والا فرقہ بھی یہی ہے“۔

جباری خان کے نام لکھا:

”اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اتباع سے وابستہ ہے بندہ جب اپنے آپ کو پورے طور پر
شریعت میں گم نہ کر دے اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے
رکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے اس دولت و نعمت کی
خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے
باوجود اگر بال برابر بھی احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ
استدراج میں داخل ہے آخر اسے رسوا کریں گے۔“ ۲

مکتوبات میں جس موضوع پر دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف ہے
نظریات وحدت الوجود اور اس سے متعلق بعض امور ہیں اس کے علاوہ بھی بعض عبارات
واقوال پر واضح دلائل کے ساتھ بحث ہے میں اس حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ
موقف ”وحدت الوجود“ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ ”وحدت الشہو

۱۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۶۹ ۲۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۳۰

درتجیح دوں گا اور ان دونوں مشتاق کرام کے موقف کو الگ الگ واضح کروں گا اور اس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے محاکمہ، صراحتوں و ضاحتوں اور نکتہ حق و باطل تک رسائی کے دلائل کے ساتھ ذکر کروں گا چنانچہ اس تناظر میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب سے اخذ کروں گا جو آپ نے شیخ عبدالعزیز کی طرف صادر فرمایا جو مفصل بھی ہے اور دونوں بزرگوں کے الگ الگ موقف کا اور فرق و تحقیق کا آئینہ ہے۔

سخیح الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکار فرماتے ہیں:

(i) باری تعالیٰ جل و علا کے اسماء و صفات ذات واجب تعالیٰ کا

بھی عین ہیں اور ایک دوسرے کا بھی عین ہیں

(ii) اس مقام میں کسی بھی اسم اور نشان کے اعتبار سے تعدد و

تکثر نہیں اور نہ ہی کوئی تمایز اور تباہین ہے

(iii) ان اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات نے حضرت علم میں

تمایز اور تباہین اجمالاً اور تفصیلاً پیدا کیا ہے

(iv) اگر اجمالی تمیز ہے تو اُسے تعین اول سے تعبیر کیا جاتا ہے

اور اگر تفصیلی تمیز ہے تو اس کا نام تعین ثانی ہے

(v) تعین اول کا نام وحدت رکھتے ہیں اور اُسے حقیقت محمدی

ﷺ جانتے ہیں اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں

(vi) اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں اور ان حقائق

ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں اور دونوں علمی تعینات یعنی

وحدت و واحدیت کو مرتبہ وجود میں ثابت کرتے ہیں

(vii) ان اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بوجہ نہیں پائی اور

خارج میں احدیت مجرّدہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں

(viii) اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے اعیان ثابتہ کا

عکس ہے جو ظاہر وجود کے (جس کے سوا کچھ بھی موجود نہیں)

شیشوں میں منعکس ہوا ہے اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔

(ix) جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو کر

خیالی وجود پیدا کجئے تو اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت

ہے نہ تو آئینے میں حلول ہوا ہے اور نہ ہی کوئی چیز منقش ہوئی اگر

انقاش ہے تو خیال جو آئینے کی سطح پر وہم میں آتا ہے اور یہ خیال

اور وہی شے فعل باری تعالیٰ سے پیدا ہوئی جو درست اور صحیح

صورت میں نظر آتی ہے وہم و خیال کے زوال سے زائل نہیں

ہوتی۔

(x) علم و خارج میں واجب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات، اسماء و

صفات کے سوا جو عین ذات ہیں کوئی چیز ثابت نہیں اور صورت

علمیہ ہی ذی صورت کا عین ہے (اور شے کی شبیہ اور مثال کا گمان

نہیں کیا) اس طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ جو ظاہر وجود میں آئی ان صورتوں کا عین ہے نہ کہ ان کا شبہ تو اتحاد کا لازماً حکم لگے گا اور ”ہمہ اوست“ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے

مندرجہ بالا دس اہم امور بنیادی طور پر نظریہ وحدت الوجود جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کا اجمالی خاکہ ہے اب اس حوالے سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل نظریہ کیا ہے تو اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(i) حق سبحانہ و تعالیٰ واجب بالذات ہے اس کی صفات ثمانیہ (آٹھ صفات) حیوۃ، علم، قدرت، بصر، ارادہ، سمع، کلام اور تکوین (جو اہل حق اہلسنت شکر اللہ سبحانہ کے نزدیک خارج میں موجود ہیں۔

(ii) یہ صفات ضرور خارج میں ذات سبحانہ تعالیٰ سے بے چونی اور بے چگونگی کی صفات کے ساتھ متمیز ہوں گی اور یہ صفات آپس میں بھی بے چونی کی صفت کے ساتھ ایک دوسری سے متمیز اور جدا ہوں گی۔

(iii) بے چونی تمیز ہر مرتبہ حضرت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ میں بھی ثابت ہے کیونکہ واجب تعالیٰ کیف سے پاک وسعت

کے ساتھ واسع ہے اور وہ تمیز جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکتا ہے اس جناب حق سے مسئلہ ہے کیونکہ بعض اور جزو جزو ہونا وہاں متصور نہیں ہو سکتا اور تحلیل و ترکیب کو وہاں کچھ دخل نہیں اور نہ ہی حالتیت و محلّیت کی وہاں کوئی گنجائش ہے

(iv) جو کچھ ممکن کی صفات و اعراض میں سے اس جناب حق میں مسئلہ ہے یونہی اس کی کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ ہی افعال میں اس بے چونی تمیز اور اس بے کیف وسعت کے باوجود حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات خانہ علم میں بھی تفصیل و تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہوتے ہیں۔

(v) نیز یہ کہ مرتبہ عدم میں ہر اسم و صفت متمیز کا ایک مقابل اور نقیض ہے جیسے صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ”عدم علم“ ہے جسے جہل سے تعبیر کیا گیا ہے یونہی صفت قدرت کے مقابل ”عدم قدرت“ ہے

(vi) ان عدمات متقابلہ نے بھی حق تعالیٰ کے علم میں تفصیل و تمیز پیدا کیا ہوا ہے اور وہ اپنی مقابل صفات و اسماء کا آئینہ اور ان کے عکس کا ظہور بنا ہوا ہے۔

(viii) حقائق ممکنات یہی عدمات ہیں جو اسماء و صفات کے نقیض ہیں اور خانہ علم میں ظہور پذیر ہیں اور باہم پیوست ہیں

قادر مطلق سبحانہ و تعالیٰ نے جب چاہا ان پیوستہ مابہتوں سے وجودِ ظلی جو حضرت وجود کا پرتو ہے متصف کر کے موجودِ خارجی بنا دیا اور اس کے خارجی آثار کا مبداء بنا دیا۔

(ix) پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات حضرت وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے پس ممکن کا علم واجب بالذات کے علم کا پرتو اور ظل ہے جو اپنے مقابل منعکس ہوا ہے اور ممکن کی قدرت بھی ظل ہے جو عجز کے مقابل منعکس ہے تو ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے جو آئینہ عدمات میں منعکس ہوا ہے

(x) اشیاء کا ظل اس کا عین نہیں بلکہ شبیہ اور مثال ہے اور ایک کا ثبوت دوسرے کے لیے ممتنع ہے ممکن واجب کا عین نہیں اور ممکن اور واجب کا ایک دوسرے پر حمل کرنا ثابت نہیں اس لیے کہ ممکن کی حقیقت عدم ہے جب واضح ہو گیا کہ اسما و صفات کے جو عکس آئینہ عدمات میں منعکس ہوئے وہ ان کا شبہ و مثل ہے۔ ان صفات کا عین نہیں لہذا ”ہما دست“ کا مقولہ ہرگز درست نہیں ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے:

۱۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر دوم، مکتوب: ۱

”جو چیز اپنی ذات میں ممکن ہے وہ عدم ہے، اور شرارت، نقص اور خبیث کا منشاء ہے اور کمالات کے جنس سے جو کچھ ممکن سے پیدا ہوا ہے جیسے وجود اور اس کے توابع تو وہ سب کا سب اسی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ سے اُسے حاصل ہوا ہے اور اسی ذات برحق کا پر تو ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور اس کے سوا سب ظلمت و تاریکی ہے اور ظلمت و تاریکی کیونکر نہ ہو کہ عدم جملہ ظلمات سے بڑھ کر ظلمت ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عالم سارے کا سارا اسماء و صفات سے عبارت اور خانہ علم میں متمیز ہے اور خارج میں ظاہر وجود کے آئینے میں اسے نمود و ظہور حاصل ہے جبکہ فقیر (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک عالم عدمات سے عبارت ہے اور واجب حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات خانہ علم میں منعکس ہوئے ہیں اور خارج میں حق سبحانہ کی ایجاد سے وہ عدمات ان عکوس میں وجود ظلی کے ساتھ موجود ہیں پس عالم میں خبیث ذاتی ثابت ہوگا اور طبعی شرارت واضح ہوگئی اور خیر و کمال سب کا سب راجع الی اللہ ہو گیا لہذا ”ہمہ از اوست“ ہی درست ہے ما اصابک من حسنة فمن

اللہ وما اصابک من سیئة فمن نفسک تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن وجود ظلی کیساتھ جس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ خارج میں وجود اصلی کے ساتھ موجود ہے بلکہ موجود بالذات ہے خارج میں وجود و صفات کی طرح اس خارج کا ظل ہے لہذا عالم کو حق سبحانہ کا عین نہیں کہہ سکتے اور ایک کا حمل دوسرے پر جائز نہ ہوگا کسی شخص کے ظل کو عین شخص نہیں کہہ سکتے کہ خارج میں دونوں میں تغایر ہے۔

دونوں نظریات کے تقابلی تذکرہ کے بعد ہم ان سوالات پر توجہ مبذول کریں گے جو اس حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے پوچھے گئے اور آپ نے اس کے بارے میں کیا وضاحت کی نیز ان عبارات اور اقوال کا بھی جائزہ لیں گے جو دونوں بزرگوں کے نزدیک باعث اختلاف ہیں اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان پر گرفت کی اور اسے صواب سے دور جانا اور ان باتوں کا ذکر بھی درمیان میں آجائے گا جن پر دونوں بزرگوں کا اتفاق ہے اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان کی تحسین بھی کی ہے تاہم میں نے مکررات کو چھوڑ دیا ہے تاکہ قارئین پر بار نہ ہو۔

۱۔ مکتوبات امام ربانی: ترم دوم، حصہ اول، مکتوب: ۱

سوال کیا گیا:

☆ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین بھی عالم کو ظن حق سبحانہ و تعالیٰ مانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

وہ اس ظل کے وجود کو موہوم سمجھتے ہیں (وہم وگمان کہتے ہیں) اور اس کے وجود خارجی کی یو بھی جائز نہیں مانتے اور کثرت موہومہ کو وحدت وجود کے ظل سے بیان کرتے ہیں اور خارج میں صرف ذات حق کو ہی موجود سمجھتے ہیں ان دونوں میں بدیہی فرق ہے

(i) اصل پر ظل کے حمل کا منشا اور اس حمل کا نہ ہونا ظل کے وجود خارجی کا مثبت ہے اور اس وجود کا عدم اثبات جبکہ وہ ظل کے وجود خارجی کو ثابت نہیں کرتا تو لازماً اس پر محمول کرتے ہیں

(ii) فقیر ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے اور حمل میں عجلت نہیں کرتا ظل کے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور شیخ شریک ہیں اور فقیر وجود ظلی کو خارج میں ثابت مانتا ہے جبکہ وہ اس وجود ظلی کو صرف وہم اور تخیل قرار دیتے ہیں اور خارج میں احدیت مجرہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے اور صفات ثمانیہ جن کا وجود خارج میں اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے صرف مرتبہ علم میں ثابت کرتے ہیں میرا طریق میانہ روی ہے اگر وہ لوگ اس

خارج کو خارج کا ظل دیکھتے تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور نہ ہی وہم و تخیل پر قائم رہتے اور ہرگز ممکن کیلئے وجود اصلی کا اثبات نہ کرتے اور وجود ظل پر اکتفا کرتے کیونکہ ممکن خارج میں وجود ظلی کے ساتھ بطریق حقیقت موجود ہے اور ہرگز وہم و تخیل نہیں۔

پوچھا گیا:-

☆ ”شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں اعیان ثابتہ (علمی صورتوں) کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کیوں کہا ہے جبکہ عدم بھی حقائق ممکنات میں داخل ہے؟“
حضرت مجدد نے فرمایا:

”برزخ اس اعتبار سے کہ صور علمیہ (وہ شکلیں جو مرتبہ علم میں ہیں) کی دو جہتیں (طرفیں) ہیں ایک ثبوت علمی کے واسطے سے وجود سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری عدم خارجی کے واسطے سے عدم سے تعلق رکھتی ہے“

سوال:

☆ ”صاحب فتوحات مکیہ (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے قبعین کہتے ہیں کہ جس طرح واجب سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں مابین طرح باہم ایک دوسرے کا عین ہیں جیسے علم اس ذات کا عین اور اس کی قدرت کا بھی عین ہے اور ارادہ سمع اور بصر کا بھی یہی حال ہے اور یونہی دیگر صفات؟“

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

کہ یہ بات صواب و درستی سے دور ہے، اس لیے کہ

(i) یہ قول صفات زائدہ کی نفی پر مبنی ہے

(ii) صفات زائدہ کی نفی مذہب اہل سنت کے خلاف ہے

(iii) اہل سنت کے نزدیک صفات ثمانیہ (آٹھ صفات) خارج

میں موجود ہیں

(iv) واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی عینیت کا واہمہ شاید اس

لیے پیدا ہوا کہ انہوں نے ذات و صفات واجب تعالیٰ کے مقام

کی تغایر و تباین کو ممکنات کے تغایر و تباین کی طرح سمجھا ہے

(v) جنہوں نے اسے ممکنات کی ذات و صفات کے تغایر و تباین

کی طرح نہ پایا اور اس واجب بالذات کے صفات کے تمایز کو

اس تمایز کے مشابہ نہ دیکھا تو خواجہ تھوہ تغایر و تمایز کی نفی کر دی اور

ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے

(vi) کاش وہ دیکھتے کہ اس حمل کا تغایر و تباین واجب سبحانہ کی

ذات و صفات کی طرح بے مثل اور بے کیف ہے اور اس تمایز کو

اس تمایز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں مگر صرف صورت و نام میں پس

اس مقام میں تباین و تمایز موجود ہے اور ہماری فہم سے بالاتر اور

عدم ادراک کی نفی اہل حق کے مخالف ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مُلّا ہاشم کی طرف لکھتے ہیں:

☆ ”فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار سے

سنی تھی یاد آئی صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اگر چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہان حق سبحانہ ہے اور اگر چاہے تو

یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہان مخلوق ہے اور اگر چاہے تو کہہ سکتا

ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق اور اگر

چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں

ہو سکتی“

”یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسکین کا باعث بن

گئی بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار (مخدوم باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی

خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا تیرا حضور صاف

نہیں ہوا اپنے کام میں مشغول رہ تا کہ موجود کی موہوم سے تمیز

ہو جائے اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی

تھی آپ کے سامنے پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ شیخ محی الدین

ابن عربی نے اس عبارت میں کامل کا حال بیان نہیں فرمایا عدم

تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے“

۲۔ مکتوبات امام رہتانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۱

۱۔ مکتوبات امام رہتانی، دفتر اول، مکتوب: ۳

مکتوب مذکورہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ دونوں بزرگوں کے احوال و مواجید اور کشف میں بدیہی امتیاز و فرق ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اُس مقام پر یا تو رک گئے اور آگے ترقی نہ ہوئی یا پھر آگے ترقی تو ہوئی مگر اس وقت جب وہ اس مقام کی حیثیت سے آگاہ ہوئے تو شاید اس پہلے قول (عدم تمیز) کی تردید یا اصلاح کا موقعہ گزر چکا تھا یا وقت ہی نہ ملا اس حوالے سے میر منصور کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلاً جو کچھ لکھا وہ حسب ذیل ہے:-

”یہ میدان کائنات جو دیکھا جاتا ہے اور مشہود، مسطح، طویل و عریض اور کشادہ متخیل ہوتا ہے حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک یہ سب کچھ حضرت وجود ہے کہ اس کے سوا خارج میں کوئی چیز موجود نہیں ہے اور وہ وجود ذات الہیہ ہے اس کو ظاہر وجود کہتے ہیں جو بذریعہ انعکاس اور صور علمیہ متکثرہ کے لبادہ میں آیا ہے اس کو باطن وجود اور اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ وجود جو اپنی وحدت و بساطت پر ہے وہ خیال میں صرف متکثر و کشادہ اور لمبا چوڑا دکھائی دیتا ہے مشاہدہ و محسوس سب کچھ کیا عوام کیا خواص اس صفحہ میں کوئی لباس میں اور الگ الگ صورتوں اور شکلوں میں اللہ تعالیٰ ہیں جو کہ عوام کو عالم متوہم ہوتا ہے اور کبھی بھی خانہ علم سے باہر نہیں ہوا اور نہ ہی اُس نے وجود خارجی کی بوسونگھی یہ ان صور علمیہ

کے عکس ہیں جو حضرت وجود کے آئینے میں ظاہر ہوئے ہیں اور خارج میں نمود پیدا کی ہے اور عوام کو اپنے وجود خارجی کے واہمہ میں ڈال دیا ہے ”فقیر (حضرت مجدد) کا عقیدہ اور کشف یہ ہے کہ یہ میدان وہم کا میدان ہے اور اس میدان میں جو صورتیں اور شکلیں ہیں ممکنات کی ہیں جنہوں نے صنعت الہیہ سے مرتبہ وہم وحس میں ثبوت پیدا کیا ہے اور استحکام پایا ہے اور جو کچھ بھی اس صفحہ میں محسوس و مشہود ہے وہ ممکنات کی جنس سے ہے اگرچہ بعض سالکین کو وہ مشہود واجب متوہم ہوتا ہے اور عنوان حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اصل میں عالم کے افراد سے ہے اور اللہ کریم وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے الگ اور ہمارے کشف و مشہود سے مبرا و منزہ ہے۔

خلق را وجہ کے نمایداو در کدام آئینہ ذرا پیداو
(وہ مخلوق کو اپنا چہرہ کس طرح دکھائے اور کون سا شیشہ ہے جس میں وہ سمائے)

یہ متوہم عرصہ اس میدان خارجیہ کا ظل ہے جو کہ حضرت وجوب کے مرتبہ کے لائق ہے چنانچہ اس مرتبہ خارج کا ظل ہے خارج کہہ لیں تو اس کی گنجائش جیسا کہ ظلی وجود کے اعتبار سے اس کو موجود بھی کہتے ہیں اور یہ وہم کا عرصہ عرصہ خارجی کی طرح نفس

الامر ہے اور یہ احکام صادقہ رکھتا ہے اور ابدی معاملہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے جس کی ٹخیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے دونوں کشفوں میں اول تو وسط حالی اور ہدایت اور ابتدائی ہے جب کہ دوسرا منتہائے حال ہے اور تنزیہ و تقدیس ذات باری کے زیادہ قریب اور بہتر ہے۔

حضرت مجدد نے اس حوالے سے قاضی جلال الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ: خود بڑے معتبر علماء سے تھے کا ذکر کیا ہے کہ:

انہوں نے میرے والد بزرگوار قدس سرہ سے جو علماء محققین سے تھے سوال پوچھا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت اگر وحدت ہے تو شریعت جس کا بنی احکام متباینہ اور متمایزہ ہیں باطل ہوتا ہے اور اگر نفس الامر میں کثرت ہے تو صوفیہ کا قول باطل ہوتا ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں تو حضرت والد بزرگوار قدس سرہ نے جواب دیا دونوں نفس الامر ہیں وہ ان سے بیان کیا جو فقیر کے ذہن میں محفوظ نہیں کہ کیا فرمایا تھا پس جو صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء جو کثرت وجود کے معتقد ہیں وہ بھی حق پر ہیں صوفیہ کے حالات کے

مناسب وحدت ہے اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت ہے کیونکہ شرايع کی بنیاد کثرت پر ہے اور احکام کا تغیر کثرت سے وابستہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اخروی تنعیم و تعذیب بھی کثرت سے متعلق ہے اور جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ”فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرَفَ“ (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کرادوں) یہ ارشاد کثرت کو چاہتا ہے اور ظہور کو پسند کرتا ہے تو اس مرتبہ کو باقی رکھنا بھی ہے کیونکہ اس مرتبہ کی تربیت اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے اور اسی نے اشیاء کو بقائے ابدی عطا فرمائی ہے اور قدرت کو لباس حکمت میں لایا ہے اور اسباب کو اپنے فعل کا چہرہ چھپانے والا بنایا ہے وحدت وجود اگرچہ حقیقت ہے لیکن نسبت کثرت کا معاملہ مجاز ہے اور مجاز متعارف ہو چکا جس سے مفر نہیں ہے۔

حضرت مجدد سے پوچھا گیا:

”صاحب فصوص الحکم (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) نے تعین اول کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے اور اسی طرح تعین ثانی کو احدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ کو حقائق ممکنات

کہا ہے اور اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور ہر دو تعین کو جو جوبی کہہ کر قدیم جانا ہے اور تیسرے تین تنزلات روحی، مثالی اور جسدی کو تعین امکانی تصور قرار دیا ہے اور یہ تعین جیسی جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت محمدی ہے ممکن ہے یا واجب، حادث یا قدیم آپ کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے“

ان سوالوں کے جواب میں حضرت مجدد نے مولانا حسن دہلوی کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

”میرے نزدیک کوئی تعین اور متعین نہیں ہے وہ کون سا تعین ہوگا جو لا تعین کو متعین کرے یہ الفاظ شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے قبعین قدس اللہ اسرارہم کے مذاق کے موافق ہیں فقیر کی عبارت میں اس قسم کے الفاظ صنعت مشاکلہ کے قبیل سے سمجھے جائیں تاہم جو میں کہتا ہوں وہ تعین تعین امکانی ہے اور مخلوق و حادث ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے

”اول ما خلق اللہ نوری“ سب سے اول اللہ نے میرا نور پیدا کیا اور دوسری حدیث میں نور کی تخلیق کا وقت بھی مذکور ہے ”قبل خلق السموات بالفی عام“ تخلیق آسمان سے دو ہزار سال پہلے اور اس کی مثل اور بھی روایات ہیں اور جب وہ مخلوق ہے اور عدم کے ساتھ لاحق ہے تو ممکن بھی ہے اور حادث بھی اور جب

حقیقت الحقائق جو کہ اسبق حقائق ہے ممکن اور مخلوق ہے تو دوسروں کے حقائق بدرجہ اولیٰ مخلوق ہوں گے اور امکان و حدوث سے کیونکر نہ ہوں گے، تعجب ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے حقیقت محمدیہ کو بلکہ تمام ممکنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کہا ہے وہ کہاں سے ان کے وجوب و قدم کا حکم لگاتے ہیں اور قول رسول کے برخلاف کیسے کہتے ہیں ممکن اپنے اجزا کے ساتھ بھی ممکن ہی ہے اور صورت و حقیقت سے بھی ممکن ہی ہے تعین و جوبی ممکن کی حقیقت کس لئے ہوگا ممکن کی حقیقت ممکن ہی ہوتی ہے کیونکہ ممکن کو واجب تعالیٰ کے ساتھ نہ تو کوئی اشتراک ہے اور نہ ہی کوئی نسبت ماسوا اس امر کے کہ وہ ممکن اس کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق اور شیخ اکبر چونکہ واجب اور ممکن میں امتیاز نہیں کرتے جبکہ خود شیخ مقرر ہیں کہ ان دونوں میں تمیز نہیں ہے اگر وہ واجب کو ممکن کہے اور ممکن کو واجب تو اسے کوئی خطرہ نہیں میرے نزدیک وہ معذور ہیں (اور یہ غلبہ مسکر کی کیفیت ہے)

اسی تناظر میں مزید پوچھا گیا:

”آپ نے واجب اور ممکن کے درمیان اصل اور ظل کی نسبت نہ صرف ثابت کی ہے بلکہ ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے اور باعتبار اصل واجب کو ممکن کی حقیقت کہا ہے کہ وہ اس کے ظل کی طرح

ہے اور اس پر بہت سے معارف کو متفرع کہا ہے اگر اس اعتبار سے شیخ نے بھی واجب کو ممکن کی حقیقت کہہ دیا ہے تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور انہیں ملامت کیوں؟“

☆ تو حضرت مجدد نے کہا:

”اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن میں اثبات نسبت کریں شریعت ان کے ثبوت کے لئے وارد نہیں ہوئی یہ تمام معارف سکر یہ ہیں اور حقیقت نفس الامری سے دوری اور نارسائی ہے“

واجب تعالیٰ کا سایہ کیوں ہوگا کیونکہ مثل کی تولید کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدم کمال لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے جبکہ لطافت کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا تو رب محمد ﷺ کا سایہ کیونکر ہوگا خارج میں موجود بالذات اور بالا استقلال صرف ذات باری ہے اور یا پھر اللہ کی صفات ثمانیہ حقیقیہ اور ان کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ ایجاد باری تعالیٰ سے موجود ہوا ہے اور وہ سب ممکن، مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں اور مخلوقیت کے سوا خالق سے کوئی نسبت سوائے اس نسبت کے جسے شریعت نے ثابت کیا ہو۔ یہ عالم کی ظلیت کا علم سالک کے لئے مفید راہ ہے اور اسے کھینچ کر اس تک لے جاتا ہے اور جب وہ کمال عنایت سے طے منازل کے بعد اس تک رسائی پاتا ہے تو

محض فضل الہی سے وہ ایسا پاتا ہے کہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے اور یہ مطلوبیت کے لائق نہیں کیونکہ امکان و حدوث سے داغدار ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل و اتصال سے ماوراء ہے“

مزید پوچھا گیا:

☆ ”صاحب فتوحات مکیہ نے تعین اول کو جو کہ حقیقت محمدی ہے حضرت اجمال علم کہا ہے اور آپ تعین اول کو تعین وجودی کہتے ہیں اور آپ نے اس کے مرکز کو جو اس کے اجزاء میں سے اشرف و اسبق ہے حقیقت محمدی قرار دیا اور تعین حضرت اجمال کو اس تعین وجودی کا ظل کہا ہے اور لکھا ہے کہ پہلا تعین جی ہے اور حقیقت محمدی ہے تو تطبیق کیسے ہوگی؟ تو حضرت مجدد نے وضاحت کی:

”اکثر ہوتا ہے کہ کسی شے کا ظل اپنے آپ کو اصل شے دکھاتا ہے اور سالک کو اپنے آپ میں گرفتار کر لیتا ہے پس وہ دو تعین ظلال ہیں تعین اولی کہ عروج کے وقت عارف پر اصل تعین اولی تعین حقیقی سے ظاہر ہوتا ہے اللہ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اور یونہی صفات ثمانیہ بذات واجب موجود ہیں نہ کہ وجود سے کہ وجود بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں کہ وجود اور وجوب دونوں اعتبارات سے ہیں پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لئے پیدا ہوا وہ جب ہے اس کے بعد اعتبار وجود ہے جو کہ ایجاد کا

مقدمہ ہے کیونکہ ذات باری کو بغیر اعتبار اس حب اور بغیر اعتبار اس وجود کے عالم سے اور ایجاد عالم سے استغناء ان اللہ الغنی عن العالمین (اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے) نہیں قطعی ہے اور تعین علمی جملی کو ان دونوں تعین کا ظل کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دو تعین باعتبار حضرت ذات سبحانہ کے ہیں بغیر ملاحظہ صفات کے اور اس تعین میں ملحوظ صفت ہے جو ذات کے لئے ظل کی طرح ہے لہذا تعین وجود کو تعین جہی کا ظل کہنا درست ہے۔“

مزید سوال کیا گیا

”کہ صاحب نصوص کہتے ہیں کہ تجلی ذات صرف متجلی لہ کی صورت میں ہوتی ہے پس متجلی لہ آئینہ حق میں اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے“
تو حضرت مجدد نے جواباً فرمایا:

”شیخ اکبر نے عدم امکان رویت مبالغہ لہ کہا ہے نہ کہ حقیقی طور پر

الہ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رویت الہی اس دنیا میں ممکن ہے اگرچہ اس کا وقوع نہ ہو اس پر دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول رب ارنی ہے کہ جو شے ناممکن ہو بغیر اس کا سوال ہی نہیں کرتا اور اس تذکرہ میں کہا ہے کہ اگر پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو جلد مجھے دیکھے گا قیام جبل کے امکان سے واضح ہو گیا کہ رویت ممکن ہے (پروفیسر قاری مشتاق احمد)

کیونکہ رویت دنیا میں جائز ہے اور آخرت میں واقع ہے جب سالک کی پوری فنا ممتنع ہوئی اور مطلوب سے اتصال وصول اس کے بغیر ممنوع ہوا اور بغیر وصول کے معرفت کی کوئی صورت نہیں تو لازماً معرفت سے عجز لازم آیا اور معرفت سے عجز عین معرفت ہے یہ نہ کہا جائے کہ معرفت سے عجز معرفت کیونکر ہوا جو کہ اس کا نقیض ہے کیونکہ معرفت سے عجز اس معرفت سے عبارت ہے کہ ”وہ پہچانا نہیں جاسکتا“ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ”عجز عن ادراک الادراک اور اک“ ادراک کو پالینے سے عاجز آنا اور اک ہے پس پاک ہے وہ اللہ جس نے مخلوق کے لئے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی ماسوا اس کے عجز معرفت کا مقرر ہوا ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

سبحان خالقے کہ صفاتش زکبریا بر خاک عجزے قلند عقل انبیاء
 (پاک وہ پیدا کرنے والا جس کی صفات اپنی کبریائی سے انبیاء
 کی عقلوں کو عجز کی خاک پر ڈال دیتی ہے۔ جب انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والسلام صفات کبریا کی معرفت سے عاجز ہوں ان سے
 اور ملائکہ کہیں ”ما عرفناک حق معرفتک“ ہم نے تجھے جیسے
 پہچاننے کا حق تھا نہیں پہچانا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس خیر
 الامم کے رئیس اور سردار ہیں وہ اپنی عاجزی کا اقرار کریں تو دوسرا

کون ہے جو معرفت کا دم مارے شاید اپنی جہالت کو معرفت سمجھے اور غیر حق کو حق جانے اور یہ معرفت سے عجز مراتب عروج کی انتہائی نہایت ہے اور مدارج قرب کی انتہا ہے۔

صوفیہ کے کشفی علوم و معارف اس عجز کے لئے بمنزلہ اسباب ہیں جو ان کے منتہی لوگوں کو آخر میں میسر آتا ہے اور یہ لوگ کشفی معارف کے زینہ سے اس دولت عجز سے مشرف ہو جاتے ہیں اور حق معرفت کے حصول کا وسیلہ اور ایمان حقیقی کا معتبر ذریعہ ہیں۔

معتبر ذریعہ ہیں۔

حضرت مجدد سے سوال کیا گیا:

☆ ”ابن عربی نے روایت اخروی کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے آپ کا مسلک کیا ہے“

تو آپ نے بیان فرمایا:

”صورت جامعہ مذکورہ کی روایت روایت باری تعالیٰ نہیں بلکہ اس کے کمالات کے مظاہر میں سے ایک مظہر کی روایت ہے جس نے عالم مثال میں ثبوت پیدا کیا۔“

یراہ المؤمنون بغیر کیف وادراک و ضرب من مثال

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۲ (منفصل) دفتر سوم، مکتوب: ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰

اہل ایمان حق سبحانہ و تعالیٰ کو بغیر کیف و ادراک اور مثال کے دیکھیں گے۔ رویت باری کو صورت کی رویت قرار دینا اور حقیقت رویت باری کی نفی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم مثال میں جو صورت حاصل ہوتی ہے کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو بالآخر عالم مثال کے اندازہ کے موافق ہوگی اور عالم مثال اگرچہ بہت وسیع ہے پھر ایک عالم ہے اور ممکن و مخلوق الہیہ ہے تو اس صورت کی جامعیت کہاں گنجائش ضبط رکھتی ہے کہ تمام کمالات الہیہ کی جامع ہو اور اس مرتبہ مقدسہ کا آئینہ بنے اور اس کی رویت رویت باری ہو اور یہ بھی جاننا لازم ہے کہ آخرت کے وجود و خلق کو دنیا کے وجود و خلق سے کوئی نسبت نہیں کہ ان پر احکام کو قیاس کیا جائے یہاں رویت، فہم ادراک کا معاملہ دوسرا ہے فانی نہیں دوامی ہے اور مخبر صادق ﷺ نے اخروی رویت کو چودھویں کے چاند کی رویت سے تشبیہ دی ہے اور حجاب اٹھا دیا ہے، جیسے چاند کو پانی کے لگن میں دیکھنا اور یہ ظل ہے اور ظل کی رویت اصل کی رویت نہیں۔

پوچھا گیا:

☆ ”صوفیہ وجودیہ دو وجود کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ دو بین ہیں

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۹

اور یہ طریقت کا شرک ہے ابن عربی نے توحید و جود کی تصریح سب سے پہلے کی ہے
آپ کا کیا مسلک ہے؟

حضرت مجدد نے تحریر فرمایا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت و جود کی طرف دعوت نہیں
دی اور نہ ہی دو جود کہنے والے کو شرک کہا ہے بلکہ ان کی دعوت
وحدت معبود کی طرف ہے اور انہوں نے ماسوا کی عبادت کو شرک
کہا ہے اگر صوفیہ و جود یہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر بھی نہ
جانیں تو شرک کا دفعیہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ماسوا کو ماسوا ہی جانیں
یا نہ جانیں ان میں سے بعض متاخرین عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں
جانتے اور عینیت سے نہ صرف کنارہ کرتے ہیں بلکہ عینیت کے
قائلین کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی اور ان
کے قابعین کے منکر اور انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ
عالم کو حق تعالیٰ کا غیر نہیں مانتے اور نہ ہی عالم کو حق تعالیٰ کا عین
اور نہ ہی غیر جانتے ہیں اور یہ بات ہر گز صحیح نہیں ”الاشان
متغایران“ دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں یہ قضیہ مقررہ
ہے دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے البتہ علماء متکلمین نے
صفات واجب سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ہے

”لا هو ولا غیر ہو“ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات (بلکہ ذات

واجب کا مقتضی ہیں) اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر یہ پیش نظر رکھا ہے کہ دو متغایر چیزوں کا باہم الگ اور جدا ہونا درست ہے اور نہ ہی اللہ سبحانہ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان علیحدہ ہونا جائز خیال بھی کیا جاسکتا ہے پس ”لاہو ولا غیر ہو“ صفات قدیمہ میں حق ہے جبکہ عالم میں یہ نسبت مقصود ہے ”کان اللہ ولم یکن معہ شیء“ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی پس عالم کی غیریت کی نفی لغت و اصطلاح میں حق سے بعید ہے ان لوگوں کو حقیقت حال تک رسائی نہ ہوئی اور اس وجہ سے عالم کا صفات قدیمہ پر قیاس کر کے حکم لگایا اور جب غیبت عالم کی نفی کے قائل ہوئے تو غیریت عالم کا اقرار لازم تھا تا کہ توحید و جودی والوں کے گروہ سے نکل آتے اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جاتے اور توحید و جودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ محی الدین اور ان کے تبعین نے کہا ہے اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے ہرگز نہیں کہ عالم اپنے خالق کے ساتھ متحد ہے عالم معدوم وجود باری واجب ہے دو بینی جو طریقت کا شرک کہا گیا ہے توحید مشہودی سے رفع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا“ ۱

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۷۲

☆ مخدوم زادہ خواجہ عبداللہ اور عبید اللہ کے نام لکھتے ہیں:

ہمارے خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ابن عربی کا ملین کے ارواح کے قدم کا قائل ہوا ہے اور اہل سنت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا قدیم و ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے لیکن شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہئے کہ ان کا گمان ہرگز صحیح نہیں اور اجماع کے مخالف ہے اور شیخ کا قول غلبہ سکر میں ہوا ہے صحیح نہیں۔

پوچھا گیا:

☆ ”عدم کو جو لاشی محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟“

تو حضرت مجدد نے فرمایا:

”عدم باعتبار خارج کے لاشی محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کیا ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں (ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک وجود علمی بھی حاصل کیا ہے اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبہ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو ضرور مسلوب ہوگا اور ہر کمال جو

مرتبہ عدم میں مسلوب ہو وہ حضرت وجود میں مشیت ہو گا پس
ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہو اور اس کے سوا کوئی
اور بات نہیں اور شیخ کی نظر اس حقیقت کی طرف نہیں پڑی۔
شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ
کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور اس کے لئے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں
کرتے اور اس کے باوجود اللہ کے لئے احاطہ اور قرب اور
معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی تو واجب تعالیٰ
کے لئے حکم ہی کا ثبوت ہے تو درست و صواب وہی ہے جو علماء
اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ☆ ہے۔ ۲

زرگوار کے نام تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا
ہے (ما خود از نجات الانس جامی رحمۃ اللہ علیہ) کہ ”عین نماںداثر
کجا ماند“ عین باقی نہیں رہتا تو اثر کیونکر باقی رہ سکتا ہے ”لا تَبْقَى
وَلَا تَدْرُ“ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی یہ بات پہلی نظر

بات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۳۳۔ ۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۳۱

رشاد باری ہے: ان اللہ قد احاط بكل شیء علما (الطلاق، ۵۶: ۱۲) (راقم)

میں تو مشکل محسوس ہوئی کیونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے قابعین اس بات کے قائل ہیں ”کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے زائل ہونا محال ہے ورنہ واجب تعالیٰ کے لئے علم کی بجائے جہل لازم آئے گا اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا اسی طور پر نہ بات ذہن نشین ہوتی تھی اور شیخ ابوسعید کے کلام کا مفہوم بھی واضح نہیں ہو رہا تھا لیکن کامل توجہ کے بعد اللہ نے اس کلام کا راز منکشف کر دیا اور یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر مشکل باقی نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی دیکھا یہ بلند مقام ہے جو ابن عربی کے بیان سے بھی بلند ہے اور دونوں اقوال مختلف اور متناقض نہیں بلکہ الگ الگ جگہ سے متعلق ہے عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے میں اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر عین ظاہر نہیں اور ظل عین اصل نہیں“

☆ مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے نام رقمطراز ہیں:

”عجب معاملہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے دو تعین کو جو بی کہا ہے اور تین تعین کو امکانی لیکن اصل حقیقت یہ ہے

کہ تمام تعیناتہ ظلیت کا داغ اور امکان کی بور کھتے ہیں
 اگرچہ ممکن سے ممکن تک بڑا فرق ہے ایک قدیم ہوتا ہے اور دوسرا حادث
 لیکن یہ سب امکان کے دائرہ سے خارج نہیں اور عدم کی بور کھتے ہیں“
 جاننا چاہئے کہ جس جگہ بھی تعین ہے اس میں امکان کی بور ہے اور
 عدم کی آمیزش اس کے ساتھ ہے جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہوا
 ہے ”و بصدھا تمہین الاشیاء“ چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں
 اللہ کریم کی صفات جنہوں نے تعین و تمیز پیدا کیا ہے وہ باوجود
 قدیمی ہونے کے واجب لہذا یہاں نہیں ہیں بلکہ واجب لذات
 الواجب ہیں کہ حاصل وجوب بالغیر ہے جو کہ امکان کے اقسام
 سے ہے اگرچہ صفات قدیمہ میں ”امکان“ کے لفظ سے پرہیز
 لازم ہے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اس جگہ
 مناسب وجوب کا اطلاق جو کہ ذات واجب سے آیا ہے لیکن
 حقیقت میں اس جگہ امکان کی گنجائش ہے کہ ان کا وجوب ذاتی
 نہیں بلکہ غیر کی طرف سے آیا ہے اگرچہ اس کو غیر یہ کہیں یا اصطلاحاً
 غیر کہیں لیکن اثدیت غیریت کی متقاضی ہے اور وہ آپس میں
 متغایر ہوتے ہیں اور یہ ارباب عقول کا مسلمہ قاعدہ ہے۔“

شیخ حمید بنگالی کے نام لکھتے ہیں:

فتوحات مکتبہ داملے نے کہا ہے جمع محمدی جمع الہی سے اجمع ہے کیونکہ جمع محمدی کوئی اور الہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے مَا لِلرَّابِّ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

اور نیز اس مقام میں جب سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے یہاں بھی سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے اللہ کی پناہ کہ اس کمال سے کوئی خود کو افضل جانے اور ہمیشہ کے خسارہ میں پڑے اور کبھی کبھی یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی واقعہ ہو جاتا ہے جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں۔

مرزا حسام الدین احمد کے نام اپنے مکتوب میں ایک سوال کے جواب میں

لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس صورتِ خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے شیطان متمثل نہیں ہو سکتا اس خاص صورت کے سوا جس صورت میں کہ حضور اکرم کو دیکھیں متمثل ہو سکتا ہے اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً خوابوں میں بہت مشکل ہے پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آپ ﷺ کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثیل کو تجویز نہ کریں جیسا کہ بعض علماء کا کہنا ہے تو یہ بات آپ ﷺ کی بلندی شان کے نامناسب ہے میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے اخذ احکام اور مرضی کا معلوم کرنا دشوار ہے ہو سکتا ہے کہ شیطان لعین درمیان میں آگیا ہو اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو اور دیکھنے والا شک و شبہ میں پڑ جائے اور اپنی عبارات و اشارات کو اس صورت کریمہ کی عبارات و اشارات دکھایا ہو (سورہ بجم کی تلاوت کا واقعہ اس پر کافی دلیل ہے جب ظاہری

زمانے میں شیطان لعین کے القاء کا یہ مکر و فتنہ ہے تو خواب میں

دیکھنے والا کیونکر مامون اور خطرہ سے خالی ہے۔ ۱۔

ملاشکیبی اصفہانی کے نام لکھتے ہیں:

”جسد کا مدبر روح ہے اور قالب کا مربی قلب ہے تو اے جسدی

تو ت روحانی سے حاصل ہوتے ہیں اور حواس جسمانی نورانیت

قلبی سے مستفید ہوتے ہیں پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب

کی طرف قلب اور روح کو وقت توجہ جو طریقہ جذبہ میں لازم

ہے ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور

قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے جو حس کے بیکار ہونے اور

شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے اور قویٰ اور اعضاء

کی سستی تک پہنچا دیتا اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین ابن عربی قدس

سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے اور وہ سماع

جس میں حرکت دوری اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے اور

اس کے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے“ ۲۔

خواجہ محمد تقی کے نام لکھتے ہیں:

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۷۳ ۲۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۰۰

آپ نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے اور ایک حکایت بھی لکھی ہے کہ عالم مثال کے بعض مکاشفات میں جبکہ میں کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ساتھ ایک ایسی جماعت طواف کر رہی ہے جن کو میں نہیں جانتا انہوں نے طواف کے دوران عربی شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے

لقد طَفْنَا كَمَا طَفْتُمْ سِنِينَا

بهذا البيت طُرّاً أَجْمَعِينَا

میں نے جب یہ شعر سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ سب عالم امثال کے ابدال ہیں اور اس خیال کے آتے ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور کہا ”کہ میں تمہارے آباء و اجداد سے ہوں“ میں نے پوچھا آپ کو فوت ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں تو کہنے لگا ”چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے“ میں نے تعجب سے کہا کہ ابو البشر آدم علیہ السلام کی شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال تو پورے نہیں ہوئے تو کہنے لگے تم کس آدم کی بات کرتے ہو یہ آدم تو وہ ہے جو اس سات ہزار سال کے دور کی ابتدا

میں پیدا ہوئے تو شیخ نے کہا اس وقت حدیث مذکور میرے دل میں گزری جو اس قول کی مؤید ہے“

مخدوم مکرم عنایت الہی سے اس مسئلہ کے متعلق جو اس فقیر (حضرت مجدد) پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام آدم جو حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں ان سب کا وجود عالم مثال میں تھا نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں جنہوں نے زمین میں خلافت پائی ہے اور مسجود ملائکہ ٹھہرے ہیں اللہ کی رحمتیں اور تسلیمات ہمارے نبی اور ان سب پر ہوں خلاصہ کلام یہ ہے کہ چونکہ یہ آدم علیہ السلام جامعیت کی صفت پر پیدا ہوئے ہیں اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف اور اوصاف رکھتے ہیں یہ اپنے وجود سے پہلے ایجاد باری تعالیٰ سے بہت مدت ہائے دراز تک اپنے لطائف اور اوصاف میں سے کسی لطیفہ یا ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوئے ہیں اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے ہیں اور جس آدم کا انتظار تھا وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے یہاں تک کہ تو والد و تناسل جو اس عالم مثال کے مناسب تھا وہ بھی ظہور میں آیا اور کمالات ظاہری و باطنی جو اس عالم مثال کے مناسب تھے وہ بھی حاصل کئے اور عذاب و ثواب کا مستحق ہوا بلکہ اسی کے

لئے قیامت قائم ہوئی اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے گئے اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت سے اسی عالم مثال میں آدم علیہ السلام اپنی کسی اور صفت میں لطیفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور وہی کوائف جو ظہور اول سے وجود میں آئے تھے ہر ظہور کے دور کے ختم پر ظہور ثانی، ظہور ثالثہ اور ظہور چہارم میں موجود ہوئے اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا جاری رہا پھر جب ظہورات مثالیہ کے ادوار پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ جامعہ ایجاد الہی سے عالم شہادت میں وجود میں آ گیا اور اللہ کے فضل سے معزز و محترم ہوا اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں تو وہ اسی آدم کے اجزاء ہیں ہاتھ پاؤں ہیں اور اسی کے مبادی و مقدمات ہیں اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ فوت ہوئے گزر چکا تھا وہ عالم مثال میں شیخ بزرگوار کے دادا کا کوئی لطیفہ تھے جو عالم شہادت میں موجود ہوئے اور بیت اللہ شریف کے وہ طواف جو انہوں نے کئے وہ بھی عالم مثال میں کئے کیونکہ کعبہ معظمہ کی بھی عالم مثال میں ایک شبیبہ اور صورت تھی جو اس عالم مثال کا قبلہ تھی۔

اس فقیر نے اس مسئلہ پر دور دور نظر دوڑائی اور بہت غور کیا تو عالم شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا اور عالم مثال کی عجوبہ

کاریوں کے سوا کوئی چیز نہ مل سکی اور وہ جو مثالی جسم نے کہا کہ میں تمہارے آباؤ اجداد سے ہوں اور مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کئی ایک آدم گزر چکے ہیں جو اس آدم کے صفات و لطائف تھے یہ نہیں کہ وہ علیحدہ پیدائش رکھتے تھے اور آدم سے الگ تھے کیونکہ جو الگ ہے اس کی اس آدم سے کیا نسبت اور شیخ بزرگوار کا دادا کیوں ہونے لگا اور عالم شہادت کے آدم علیہ السلام کی پیدائش کو ابھی سات ہزار سال پورے نہیں ہوئے چالیس ہزار سال کی کہاں گنجائش ہے۔

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اس حکایت سے تناخ کو درست سمجھتے ہیں اور قریب ہے کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہوں اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں اور بعض بے دین لوگ جنہوں نے بزعم خویش شیخی کی سند حاصل کر رکھی ہے تناخ کے جواز کا حکم کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے اسے مختلف ابدان تبدیل کرنے سے چارہ نہیں اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق سے آزاد ہو جاتا ہے اور حصول کمال جو مقصود پیدائش

ہے حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صریحاً کفر ہے اور ان چیزوں کا انکار ہے جو دین سے متواتر ثابت ہیں جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لئے ہے اور سزا کسے ملے گی صریحاً دوزخ کا انکار ہے عذاب آخرت کا انکار ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی جو کہ اس کے کمالات کا آلہ ہے کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اٹھے اس گروہ کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ کے موافق ہے کہ وہ بھی اجسام کے حشر کے انکاری ہیں اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں اس گروہ کا عقیدہ فلاسفہ سے بھی بدتر ہے کہ وہ تناخ کار د کرتے ہیں اور عذاب روحانی کے قائل ہیں اور یہ لوگ تناخ کا اثبات بھی کرتے ہیں اور ان کے نزدیک عذاب صرف دنیا کا عذاب ہے۔“

☆ میاں شیخ بدیع الدین کے سوال پر تحریر فرمایا:

”آپ نے پوچھا ہے کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کی خدمت پر مامور

ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے کچھ اصل رکھتی ہے یا کہ وہم و خیال کا اختراع ہے؟“

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کے کامل تا بعد از کامل تا بعد از کامل کے سبب جب کمالات نبوت تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو صرف کمالات نبوت کے حصول پر ہی کفایت فرماتے ہیں یہ دونوں قسم کے بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں یکساں ہیں فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے متعلق ہیں ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے بھی کیا جاتا ہے یہ دونوں منصب کمالات اصلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب ہے گویا کہ یہ دونوں مقام جو تخت میں ہیں ان دونوں مقاموں کے جو اوپر ہیں ظل ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے (حضرت مجدد کا) وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے

الگ ہے بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں اسی واسطے صاحب فتوحات مکہ نے لکھا ہے

”مامن قریۃ مومنة كانت او کافرة الا فیہا قطب“

مومنوں یا کافروں کی کوئی ایسی بستی نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لئے ضروری نہیں کہ علم رکھتا ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے تو وہ صرف حصول کمالات کی بشارت ہے نہ کہ منصب کی جو علم سے وابستہ ہے۔

☆ مزید پوچھا گیا:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تابعین نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبب مقتول ہوئے ان

سب کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو
گئیں مفصل حقیقت کیا ہے؟
حضرت مجدد نے جواباً لکھا:

یہ درست ہے کیونکہ تحقیقی طور سے لکھا ہے کہ جس
طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب
بناتے ہیں اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل
ہونے کا سبب بناتے ہیں پیرا اگرچہ مریدوں کے کمالات حاصل
ہونے کا سبب ہے لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں۔

مخدوم زادوں خواجہ عبد اللہ اور خواجہ عبید اللہ کے نام ایک مفصل مکتوب میں
حضرت مجدد نے عقائد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور بعض جگہ شیخ اکبر کے نظریات سے کھل کر
اختلاف کیا ہے اور اس کی تردید میں مضبوط دلائل دیے ہیں اس مکتوب میں فرماتے ہیں:

”شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قابعین کے کلام
سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم
”الہادی“ کے پسندیدہ ہیں اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم
”المہصل“ کے پسندیدہ ہیں“

یہ بات اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی

ہے جو رضا کا منشا ہے جس طرح کہیں کہ اشراق و اضاءت (جگمگانا اور روشنی) آفتاب کی پسندیدہ ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں افعال کا پیدا کرنا ذات باری سے منسوب ہے اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے عادت الہیہ یونہی جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد (ارادہ) کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے

چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے اس لئے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے۔

اسی مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

”صاحب فصوص (شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ سب کا (مومن و کافر) انجام رحمت سے ہے یعنی کفار کے دائمی عذاب کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے دائمی عذاب کی طرف نہیں گیا اور کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”ان رحمتی وسعت کل شیء“

میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اور کفار کے لئے عذاب تین ہفتہ (ایک طویل مدت) حصہ تک ثابت کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ پھر آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کی وعید

میں خلاف جائز جانتا ہے

محاکمہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بہشت و دوزخ موجود ہیں بروز حشر حساب نہیں کے بعد ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ دوزخ میں بھیج دیں گے اور ان کا ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ پختہ نصوص اور قطعی آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول صواب سے بہت دور ہے اور اسے معلوم نہیں کہ مومنوں اور کفار کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا میں ہی مخصوص ہے اور کافروں کو آخرت میں رحمت کی بوجہی نہ پہنچے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انہ لا یانس من روح اللہ الا القوم الکافرون

میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی نا امید نہ ہوگا اور اللہ نے ”رحمتی وسعت کل شیء“ کے بعد اسی آیت میں فرمایا ہے ”فسا کتبھا للذین یتقون و یوتون الزکوٰۃ والذین ہم بایتنا یومنون“۔ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ شیخ ابن عربی نے آیت کے اول حصہ کو پڑھا اور آخری حصہ پر نہ غور کیا اور نہ ہی عمل اور اللہ کریم مزید فرماتا ہے:

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین

اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

اور مزید ارشاد ہے:

فلا تحسبن اللہ مخلف وعده رسلہ پس ہرگز

گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ اس

آیت میں یہ خلاف وعدہ اور خلاف وعید کی مکمل نفی ہے اور شیخ

کے قول کی ہرگز موید نہیں اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے

خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی بلند

بارگاہ کے مناسب نہیں ہے (یعنی وعدہ خلافی سے پاک ہے)

یعنی حق تعالیٰ کو ازل سے ہی معلوم تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ

دوں گا اور پھر باوجود اس معلوم کے کسی مصلحت کے لئے اپنے علم

کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا اس امر کا تجویز

کرنا بہت ہی برا ہے اللہ امکان کذب کے عیب سے بھی پاک

ہے اور منزه ہے لہذا کفار کے لئے دائمی عذاب کا انکار اور اس امر

پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی کشف ہے

جو صریحاً خطا پوئی ہے اور اجماع مسلمین کے مکمل برخلاف ہے۔

☆ حضرت مجدد میر نعمانؒ کے نام لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کو ترک کرتا ہے وہ صفات صمدیت سے متحقق ہوتا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔“

اس قسم کی باتیں (روزہ کو نماز سے افضل جاننا) اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید و جودی پر مبنی ہے اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے اور نماز کے مخصوص کمالات سے لاعلمی ہے جبکہ ارشاد نبوی ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ارشاد ہے اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ سب زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے تو غیر و غیریت کی بات نامناسب اور صواب سے دور ہے۔

میر نعمان کے نام رقمطراز ہیں:

اور میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اولیاء کرام کو کہ ان سے بکثرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے اپنے

آخری وقت میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں اور
 تمنا کرتے ہیں کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے
 اور اگر فضیلت خوارق کے ظہور کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی تو
 وہ اس معنی پر نادم نہ ہوتے“

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے درست کہا ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی
 رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب عوارف المعارف سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں:
 یہ تمام خوارق و کرامات اللہ تعالیٰ کی بخشش ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے
 کہ کچھ لوگوں کو ان کا کشف عنایت فرماتے ہیں اور یہ دولت سپرد
 کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ان سے بھی بلند
 مرتبہ ہوتے ہیں اور ان کو کرامات و خوارق میں سے کچھ بھی نہیں
 دیتے اس لیے کہ سب کرامات یقین کی تقویت کے لیے عطا
 فرماتے ہیں اور جس آدمی کو خالص یقین دیا گیا ہے اس کو ان
 کرامات کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ تمام کرامات ذکر ذات سے
 اور اسی طرح جوہر قلب سے کمتر ہیں۔ ۱۔

میر نعمان کے نام لکھا:

”اور آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی عبادت کے

معنی پوچھے ہیں کہ عارف کے لیے دعا نہیں ہے“

میرے بھائی یعنی وہ دعا جو مصیبت کو دور کرے وہ عارف سے مطلوب ہے کیونکہ عارف جب مصیبت کو محبوب کی طرف سے سمجھتا ہے اور محبوب کو مراد تصور کرتا ہے تو اس کے دفعیہ کے لیے کیونکر دعا کرے گا اور کس طرح سے چاہے گا کہ یہ بلا دور ہو اگرچہ وہ ظاہر طور پر دفع بلا کی دعا زبان پر لائے اور وہ بھی تعمیل ارشاد کے طور پر۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے:

ادعونی استجب لکم لیکن وہ حقیقت میں کچھ نہیں اور جو کچھ اسے پہنچ رہا ہے اس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے گویا کہ شیخ کا یہ قول بہت ہی خوب ہے۔

مکتوبات امام ربانی کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد میں نے دونوں بزرگوں اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے الگ الگ نظریات، معتقدات اتفاقات اور اختلافات پر تفصیلی جائزہ سپرد قلم کر ہے تاکہ قارئین و ناظرین دونوں بزرگوں کے بارے میں حقیقت نفس الامری سے آگاہ ہوں اس سلسلہ میں میرا حتمی تجزیہ حسب ذیل ہے:

(i) شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عظیم عالم اور عارف ہیں اور مکشوفات میں ان کی بڑی شان ہے نہوں نے جو سمجھا دیکھا، مشاہدہ کیا اور جو کچھ ان پر مکشوف ہوا انہوں نے اسے سپرد تحریر کر دیا جیسا کہ ان کی کتب میں بالتصریح موجود ہے وہ اس سلسلہ میں یعنی کشف مجوبات میں اولین حیثیت رکھتے بلکہ بانیوں میں سے ہیں۔ نظریہ وحدت الوجود ان کا حصول اور دریافت ہے اور ان کے قابعین کے فرمودات کی روشنی میں وہ اسی نظریہ پر قائم رہے اور شاید اس نظریہ سے رجوع نہ فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قابعین ان کے پُر جوش حامی اور موید ہیں

(ii) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عظیم عالم و عارف اور صاحب کشف ہیں اور مکشوفات میں ان کی ایک خصوصی عظمت ہے جو ان کے انداز و اسلوب بیان سے واضح ہے اور ان کے کلام کا سمجھنا دشوار بھی ہے اور آسان بھی۔ دشوار اس لیے کہ عارف کامل کی باتوں تک رسائی بدون علم اور عمیق توجہ کے ممکن نہیں ہے اور انہوں نے بھی پورے اخلاص سے نظریہ وحدت الوجود کے حوالے سے جو خامی یا کوتاہی یا نارسائی یا خطا کشفی محسوس کی ہے بے لاگ بیان کر دی ہے اور نظریہ وحدت الشہود کی برتری واضح کی ہے۔

(iii) دونوں بزرگ شریعت کے پابند ہیں لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر شریعت اور اس کے احکام کی نہ صرف گہری چھاپ ہے بلکہ ان کی ژرف نگاہی اور دائرہ شریعت کی سخت پابندی لاجواب ہے وہ طریقت کے امور کو شریعت کی روشنی میں ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں اور اس سے سرموتجاوز کو ہلاکت سمجھتے ہیں اور ہر وہ بات جو شرع سے متصادم یا اس کی روح کے منافی ہے اس کی بھرپور دلائل کے ساتھ اس مصلحانہ انداز میں تردید کرتے ہیں کہ بین الفریقین کسی

اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی وہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی ہیں ان کی عظمت و بزرگی کے قائل بھی ہیں اور ان کے بعض مکشوفات اور اقوال کے عظیم ناقد بھی ہیں۔

(iv) دونوں بزرگوں کا اختلاف اجتہادی نوعیت کا یا اس جیسا ہے جس سے خطا پر اکہرا ثواب ہے اور صواب پر دوہرا اجر ہے مجتہدِ مخطی نہ تو قابلِ ملامت ہے اور نہ ہی عند اللہ قابلِ مواخذہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ایک ہی ہے اور رائے کا اختلاف اپنی اپنی تحقیق پر اعتماد ہے لہذا کسی قسم کا طعن خرابی و ہلاکت ہے کہ وہ دونوں مقبولانِ بارگاہِ رب العزت سے ہیں اکابر اولیاءِ کاملین سے ہیں اور اللہ کے دوستوں کی عداوت و دشمنی اور یونہی بدظنی و بدگمانی گویا ذاتِ باری سے جنگ ہے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں حفظ مراتب کی مکمل پاسداری کی ہے لیکن احقاقِ حق کے وقت وہ ذاتی نہیں علمی و تحقیقی گفتگو فرماتے ہیں ان کی نشتریت لذت و درد سے بھرپور ہے جس پر قاری داد دے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(v) تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے کشف میں خطا واقع ہوئی ہے اور بعض امور پر ان کا موقف کتاب و سنت سے متصادم یا ناموافق ہے جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب گرفت کی ہے اور حق و باطل میں غلط و صحیح میں امتیاز کر دیا ہے ظاہر ہے ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے یونہی تمام اصحاب کشف یکساں نہیں اور مکشوفات میں خطا غالبہ سکر یا غالبہ محبت کی وجہ سے ہے اور دولتِ اخلاص میں ہرگز کمی نہیں اور جس حقیقت تک رسائی ہوئی وہ فضلِ ربی، عنایتِ الہی اور خصوصی مہربانی ہے۔

ناظرین دونوں بزرگوں کے بارے میں ان دو باتوں پر خصوصی توجہ رکھیں
 اول کشفِ شریعت میں نہ توجہت ہے اور نہ قابلِ اتباع البتہ حقیقی کشف تو درست ہے لیکن
 یہ طریقت میں ہے اور یہ فضلِ ربی ہے اور اسے بھی حجت نہیں مانا گیا اگر شریعت کے

موافق ہو تو قبول میں حرج نہیں

دوم شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صفات الہیہ کو عین ذات مانتے ہیں اور صفات ایک دوسرے کی بھی عین ہیں جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفات نہ تو عین ذات ہیں نہ غیر ذات ہیں بلکہ ذات کا مقتضی ہیں اور حضرت مجدد اس پر ہی کاربند ہیں۔

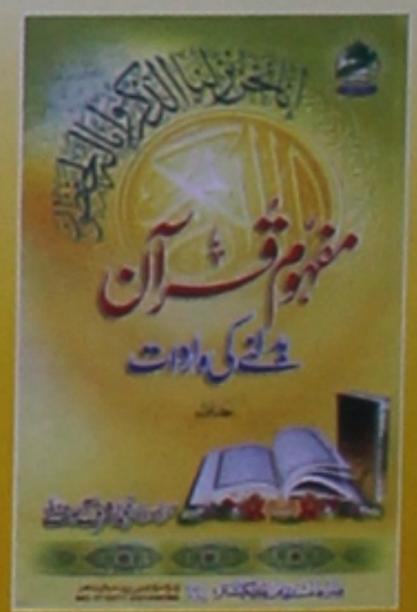
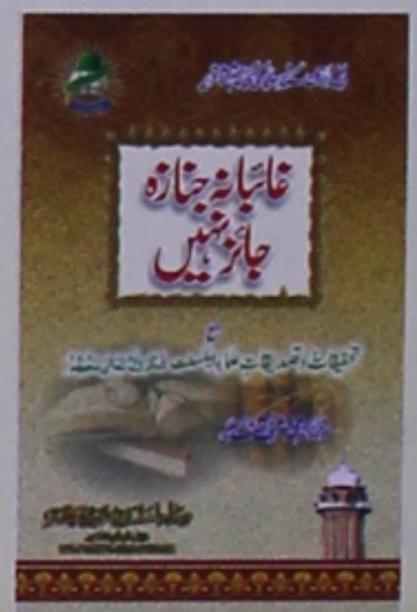
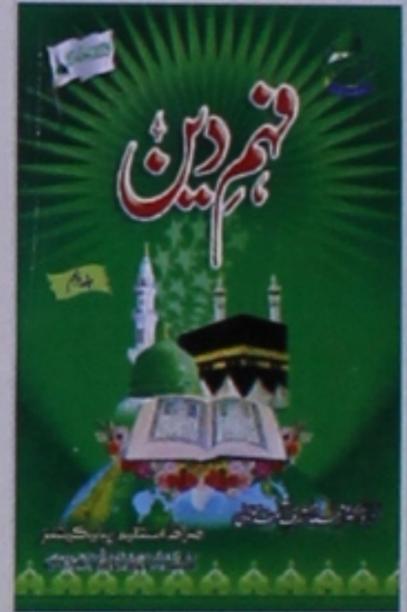
راقم الحروف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ مرید ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کا محبت و نیاز مند ہے اور یونہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح عقیدت و وابستگی رکھتا ہے لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ حق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور آپ کی شخصیت حقائق شریعت و دین کی ترجمان ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کشفی خطائیں ان کے مرتبہ و مقام کو ہرگز متاثر نہیں کرتیں کشف اولیاء یا الہام غیر انبیاء شرع میں ہرگز معتبر نہیں مانا گیا اس لیے کہ انبیاء اصحاب وحی اور معصوم ہیں اور جو کچھ وہ فرمائیں وہ لاریب حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے جس میں کسی خطا کی گنجائش نہیں اور صاحب کشف خطاء سے محفوظ نہیں اور حفاظت اسی کو حاصل ہوگی جو کتاب و سنت کے دائرہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر حال میں شرع کا پابند رہے تو جو پابندی شرع پر قائم ہے وہ دائرہ حفظ میں آجاتا ہے اور خطاؤں سے خواہ کشفی ہوں یا غیر کشفی محفوظ ہو جاتا ہے کہ حصار شریعت سے بڑھ کر کوئی شے اسے محفوظ نہیں بناتی اسی لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بلند اور ان کی تحقیق شک و شبہ سے پاک ہے اور دین متین کی نورانیت سے لبریز ہے اور اصحاب سلوک کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور ہدایت کا منارہ نور ہے اور حصول مطلوب و مقصود کا کامل ذریعہ ہے۔ یا الہی ہمیں حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل اور حق کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما (آمین بجاہ سید المرسلین)

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بانی
ادارہ صراط مستقیم
پاکستان

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

فہم دین (اول تا ہشتم)



ملنے کا پتہ

صراط مستقیم پبلیکیشنز، کیس ایئر
5-6 مرکز الاولیاء دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2, 0315/0321 - 9407699